محمد سعید اختر☆

# قواعدِ فقهیه ...... آغاز وارتقا

قواعدِ فقہیہ دو کلموں کا مرکب ہے: قواعد اور فقہیہ۔ لہٰذا اس کی اصطلاحی تعریف کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہر دو کی الگ الگ تعریف کی جائے۔

## قواعد سے مراد

قواعد، قاعدہ (اسم فاعلة کے وزن پر) کی جمع ہے جس کے لغوی معنی جلوس (بیٹھنے) کے مشابہ ہیں۔ لغت میں اصل البناء (عمارت کی بنیاد) کو کہتے ہیں۔ قواعد البیت سے مراد اساس اور نیو کے ہیں۔[1]

جس طرح کہ قرآن مجید میں بھی وارد ہوا ہے: ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ...﴾[2]

''اور جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کررہے تھے۔''

قاعدہ کسی چیز کی اَساس اور بنیاد کو کہتے ہیں، خواہ حسی ہو، جیسے قواعد البیت یا معنوی ہو جیسے قواعد الدین، قواعد الاعراب، قواعد الفقه وغیرہ۔[3]

قواعد کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

قضية كلية منطبقة علىٰ جميع جزئياتها[4]

''قاعدہ سے مراد وہ کلی اور فیصلہ ہے جس کا انطباق (اطلاق) اس کے تحت آنے والی تمام جزئیات پر ہوتا ہو۔''

الکشاف میں ہے کہ قاعدہ علما کی اصطلاح میں اصل، قانون، مسئلہ، ضابطہ اور مقصد کے مترادف ہے۔

## فقہیہ سے مراد

فقہ کی طرف منسوب ہے جس کے معنی العلم بالشيء والفهم کے ہیں۔[5]

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾[6]

''اور مخلوقات میں سے کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے، لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔''

اور اسی طرح ﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ﴾[7]

''اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھ لیں۔''

فقہ کی اصطلاحی تعریف یہ کی جاتی ہے:

العلم بالأحكام الشرعية العملية المكتسبة من ادلتها التفصيلية[8]

☆ فاضل كلية الشريعة، مدینہ یونیورسٹی، سابق متعلم كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ

''فقہ سے مراد ان شرعی احکام کی معرفت ہے جن پر عمل کیا جا سکے اور وہ دلائل تفصیلیہ سے ماخوذ ہوں۔''

## قواعد فقہیہ سے مراد

اگر چہ قواعد اور فقہیہ ہر دو کی الگ الگ تعریف بیان کرنے سے کچھ نہ کچھ تصور ہمارے ذہنوں میں آ گیا ہے کہ اس سے کیا مراد ہے، لیکن جہاں تک اس کی اصطلاحی تعریف کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں بعض قیود کی بنا پر فقہا کے مابین اختلاف ہے۔

چنانچہ علامہ تفتازانیؒ قواعد فقہیہ کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

القاعدة حكم كلي ينطبق على جزئياته ليتعرف على أحكامها منه.

''قاعدہ وہ کلی حکم (اصول) ہے جس کا انطباق اس کے تحت آنے والی تمام جزئیات پر ہوتا ہے تاکہ ان کے احکام اس قاعدہ کے ذریعے معلوم کیے جا سکیں۔''

امام السبکیؒ، ابن خطیب الدهشة اور ابو سعید الخادمی ان سب کی تعریفات علامہ تفتازانیؒ کی مذکورہ تعریف کے قریب المعنیٰ ہیں۔[۹]

اگر چہ ان مذکورہ تعریفات کو قواعد فقہیہ کی تعریف سے تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن فی الواقع یہ تعریفات اپنے عام مدلول کی وجہ سے فقط قاعدہ کی تعریف میں ہیں نہ کہ قاعدہ فقہیہ کی۔ لہٰذا ان کو قاعدہ فقہیہ کی تعریف بنانا دو وجوہات کی بنا پر درست نہیں ہے۔

① دیگر قواعد کی طرح قواعد فقہیہ کا انطباق تمام جزئیات پر نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک اغلبی اور اکثریتی حکم ہے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سارے قواعد ایسے بھی ہیں جن کے کئی شذوذ ہیں جن کو مستثنیات کہا جاتا ہے اور اگر کسی قاعدہ میں کوئی استثنائی صورت پائی جاتی ہے تو یہ اس کے قاعدہ ہونے میں عیب یا قدغن کا باعث نہیں کہ اس کو قاعدہ ہی نہ سمجھا جائے۔

② دوسری بات یہ ہے کہ یہ تعریفات قواعد فقہیہ کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ ان کا اطلاق جملہ علوم میں تمام قاعدوں پر ہوتا ہے جیسا کہ اصولی قاعدہ الأمر يقتضي الوجوب اور نحوی قاعدہ الفاعل مرفوع۔ لہٰذا قواعد فقہیہ کے لیے خاص تعریف ہونی چاہیے کہ جب وہ کہی جائے تو اس سے قواعد فقہیہ ہی مراد ہوں کوئی اور علم مراد نہ ہو۔

### ◉ امام الحموی کی تعریف

حكم أغلبي ينطبق على معظم جزئياته[۱۰]

اگر چہ یہ تعریف پہلے اعتراض سے پاک ہے کہ قاعدہ فقہیہ اغلبی و اکثریتی ہوتا ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تعریف قاعدہ فقہیہ کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ اس تعریف کے ضمن میں اصولی اور نحوی قواعد بھی آ جاتے ہیں۔

### ◉ علی احمد الندوی کی تعریف

حكم شرعي في قضية أغلبية يتعرف منها أحكام ما دخل تحتها[۱۱]

''اکثر مسائل میں وہ شرعی حکم (قاعدہ) کہ جس سے اس کے تحت آنے والے مسائل کے احکام کی پہچان ہوتی ہے۔''

◉ الشیخ مصطفیٰ الزرقا اپنی شہرہ آفاق تصنیف المدخل الفقھی العام میں قواعد فقہیہ کی تعریف ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں:

أصول فقهية كلية في نصوص موجزة دستورية تتضمن أحكاما تشريعية عامة فى الحوادث التى تدخل تحت موضوعها[۱۲]

''قواعد فقہیہ وہ ایسے مختصر قانونی زبان میں مرتب کیے ہوئے فقہی اصول ہیں جو ان فقہی احکام پر مشتمل ہیں کہ اس موضوع کے تحت آنے والے حوادث وواقعات کے بارے میں ہوں۔''

◉ القواعد للمقری کی کتاب کے محقق احمد بن عبداللہ بن حمید مقدمہ تحقیق میں مختلف تعریفات کو پیش کر کے جائزہ لینے کے بعد قواعد فقہیہ کی اپنے لفظوں میں تعریف بیان کرتے ہیں:

حكم أغلبي يتعرف منه أحكام الجزئيات الفقهية مباشرة[۱۳]

''وہ اکثریتی، اغلبی حکم (قاعدہ، اصول) جس سے بغیر کسی واسطہ (دلیل) کے فقہی جزئیات کے احکام کو جان لیا جاتا ہے۔''

## راجح تعریف

اس میں کوئی شک نہیں کہ الشیخ مصطفیٰ الزرقاؒ، الشیخ علی احمد ندویؒ اور الشیخ احمد بن عبداللہؒ کی مذکورہ تینوں تعریفیں جہاں قواعد فقہیہ کا تصور اور حقیقت وماہیت پیش کرتی ہیں وہاں قواعد فقہیہ سے غیر متعلقہ علوم کا اخراج بھی کرتی ہیں۔

مذکورہ بالا تعریفات میں سے آخر میں پیش کی گئی تعریف راجح ہے جس کا بنیادی سبب وہ وصف ہے جو کسی تعریف میں ہونا چاہیے کہ مختصر عبارت میں اسی موضوع کے بارے میں جامع مانع انداز میں اس طرح تعارف پیش کیا جائے کہ موضوع سے متعلقہ کوئی چیز خارج اور غیر متعلقہ کوئی چیز داخل نہ ہو پائے۔

الشیخ احمد بن عبداللہؒ کی راجح تعریف کی جامعیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ الجزئيات الفقهية کی قید کا مقصد یہ ہے کہ کسی دوسری چیز کی شرکت قبول نہ رہے اور لغوی عقلی جزئیات کا اخراج ہو جائے۔ اور مباشرة کی قید سے قواعد فقہیہ اور اصول فقہ میں فرق نمایاں ہو جاتا ہے، کیونکہ اصول فقہ کے قواعد مباشرہ کسی مسئلہ کا تصور پیش نہیں کرتے بلکہ اس اصولی قاعدے کو نص پر تطبیق دے کر مسئلہ کے حل تک پہنچا جاتا ہے اور مزید اس سے قواعد فقہیہ کی حجیت وحیثیت کا بڑا واضح اشارہ بھی ملتا ہے۔ جس سے اس تعریف کا جامع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

## قاعدہ اور ضابطہ میں فرق

''قاعدہ اور ضابطہ میں عموم وخصوص ہے، قاعدہ ضابطہ کی نسبت اعم ہے۔''[۱۴]

مثلاً قاعدہ الامور بمقاصدھا فقہ کے کئی ابواب، ابواب العبادات، ابواب الجنایات وغیرہ کے مسائل اور فروعات پر منطبق ہوتا ہے جبکہ ضابطہ صرف ایک باب کے ضابطہ اور فروعات کو اپنے اندر سمو سکتا ہے۔ جس کی مثال حدیث ابن عباسؓ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أيما ايهاب دبغ فقد طهر»[۱۵]

''جو چمڑا دباغ دیا جائے وہ پاک ہوجاتا ہے۔''

یہ حدیث ایک فقہی ضابطہ کی حیثیت رکھتی ہے جو اپنے اندر صرف ایک مخصوص باب کے مسائل اور فروعات کو سموئے ہوئے ہے۔

قواعد میں شذوذ ہوتے ہیں جبکہ ضابطہ میں کسی قسم کے شاذ کا کوئی وجود ممکن نہیں۔قاعدے اور ضابطہ میں فرق کی تمییز بہت بعد میں ہوئی۔[16]

## قواعد فقہیہ اور اصول فقہ میں فرق:

اصول فقہ اور قواعد فقہیہ کو ابتدا میں ایک ہی موضوع خیال کیا جاتا تھا اور یہ دونوں 'اصول' کے لفظ سے تعبیر ہوتے تھے۔ وقت گزرنے اور مختلف علوم وفنون میں توسع ہونے کے ساتھ ساتھ اس فن نے بھی اپنی ارتقائی منازل کو طے کیا تو اس طرح دو مستقل فنون کی حیثیتوں سے متعارف ہوئے۔ ایکخاص منہج کو مدنظر رکھتے ہوئے نصوص کی لفظی اور معنوی دلالات کی روشنی میں مسائل کا حل ڈھونڈنے میں مدد کرنے والے فن کو اصول فقہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

شریعت کے اسرار ورموز ،اہداف ومقاصد اور حکمتوں کے اشتراک کی علت وسبب کی بنیاد پر جمع ہونے والے متشابہ احکام ومسائل کو جچے تلے انداز،حسن صیاغہ اور اعجاز میں پیش کرنے کو قواعد فقہیہ کہا جاتا ہے۔

ذیل میں اصول فقہ اور قواعد فقہیہ میں فرق درج کیا جاتا ہے:

- اصول فقہ کے قواعد دلیل اور حکم کے مابین موافقت پیدا کرتے ہیں جبکہ قواعد فقہیہ ماوراء الدلیل فقہی فروعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔
- قواعد اصولیہ کلی اور قواعد فقہیہ اَغلبی اور اکثریتی ہوتے ہیں۔
- اصول فقہ کے قواعد احکام شریعت کے استنباط کا منہج اور وسائل ہیں جبکہ قواعد فقہیہ میں سے ہر ایک قاعدہ بذات خود احکام کے ایک ایسے مجموعے سے ترتیب ہوتا ہے جن کا علت کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔
- اصول فقہ ایک منہج اور طریق ہے جس پر ایک مجتہد چل کر فقہی فروعات کے احکام کا استنباط کرتا ہے لہذا اس منہج کو اصول فقہ کی شکل میں پہلے ضبط کرلیا جاتا ہے جبکہ قواعد فقہیہ کو فروعات کے ایسے مجموعے جو ایک علت مقصد کے گرد گھوم رہے ہوں کو مدنظر رکھ کر ضبط کیا جاتا ہے۔
- اصول فقہ اور قواعد فقہیہ کی تعلق داری کو دیکھا جائے تو بھی ایک بہت بڑا فرق عیاں ہوتا ہے، کیونکہ اصول فقہ کا تعلق اَدلہ شرعیہ (کتاب وسنت، اجماع اور قیاس وغیرہ) سے ہے اور قواعد فقہیہ مکلفین کے افعال سے متعلقہ ہوتے ہیں جیسا کہ قواعد کلیہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً اليقين لا يزول بالشك ، العادة المحكمة وغیرہ۔
- اصول فقہ سے صرف مجتہد مستفید ہوتا ہے جبکہ قواعد فقہیہ سے مجتہد اور اس کے علاوہ قاضی، مفتی اور متعلم وغیرہ بھی مستفید ہوتے ہیں۔ [الأشباه والنظائر لابن الملقن: ١/ ١٤ ، القواعد الكبرىٰ فى الفقه الإسلامي: ١٧ ، ١٨]

المختصر قواعد فقہیہ دراصل اصولِ فقہ کو مدنظر رکھتے ہوئے شرعی احکام ومسائل کے استنباط اور فقہی فروعات کا خلاصہ ہیں۔

## قواعد فقہیہ کی اقسام

عموم اور جامعیت کے اعتبار سے قواعدِ فقہیہ کی دو اقسام ہیں:

### پہلی قسم

فقہ اسلامی کے وہ اساسی قواعد جو کسی دوسرے قواعد کے تحت مندرج نہیں ہوتے جنہیں قواعد کبری، قواعد کبری کلیہ یا قواعد اساسیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وہ یہ پانچ ہیں:

① الأمور بمقاصدها ② المشقة تجلب التيسير

③ اليقين لا يزول بالشك ④ لا ضرر ولا ضرار أو الضرر يزال

⑤ العادة المحكمة

بعض فقہائے شوافع نے قواعد کبریٰ کی چار قسمیں بتلائی ہیں اور الأمور بمقاصدها کو ان میں شمار نہیں کیا، کیونکہ وہ اس قاعدہ کو اپنے مفہوم کے اعتبار سے اليقين لا يزول بالشك کے مفہوم میں شامل ہے۔[17]

اور بعض فقہاء ان قواعد کی تعداد چھ بتاتے ہیں اور چھٹا قاعدہ لا ثواب إلا بنية کو شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن نجیم الحنفیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب الأشباه والنظائر کا آغاز اسی قاعدہ سے کرتے ہیں۔[18] اس کو ایک الگ بنیادی قاعدہ شمار کرنا درست معلوم نہیں ہوا بلکہ یہ پہلے قاعدہ کا ذیلی قاعدہ ہے۔

قاعدہ الأمور بمقاصدها اعم اور اشمل ہے جس میں ہر طرح کے عمل اور جزائے اُخروی و دنیاوی سب شامل ہیں جبکہ قاعدہ لا ثواب إلا بنية میں اخروی جزا کے علاوہ کوئی دوسری چیز داخل نہیں ہوتی۔[19]

بہرصورت مجموعی طور پر مذکورہ پانچ قواعد فقہاء کے مابین محل اتفاق ہیں۔

### دوسری قسم

وہ قواعد جو اساسی نہیں بلکہ کسی کلی قاعدہ کے تابع بطور فرع ہوتے ہیں جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے اور اس قسم کے قواعد کو قواعد فرعیہ کہا جاتا ہے۔

قواعد کی ایک قسم اور بھی ہے جو قواعد کبریٰ سے الگ اپنی ایک حیثیت تو رکھتے ہیں، لیکن ان میں اس قدر جامعیت اور عموم و شمول نہیں پایا جاتا کہ وہ ایک مستقل قاعدہ کبریٰ کا مقام حاصل کر لیں، بلکہ اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہ قواعد کسی نہ کسی طرح سے قواعد کبری کے تابع ہوتے ہیں۔[20]

قواعد فقہیہ کی ایک تقسیم اس انداز سے بھی ہو سکتی ہے:

① **متفق علیہا قواعد:** یہ مذکورہ پانچ اساسی قاعدے ہیں۔

② **مختلف فیہا قواعد:** عموماً ان قواعد میں استفہامی اسلوب پایا جاتا ہے۔ جیسے

النادر هل يلحق بجنسه أو بنفسه؟[21]

''کیا نادر چیز اپنی جنس سے ملحق ہوگی یا اپنی ذات کے ساتھ خاص ہوگی۔''

## قواعد فقہیہ کے استمدادی مصادر

قواعد فقہیہ کے مصادر الأدلة الشريعة ہیں۔یعنی قواعد کا استمداد کتاب،سنت اور اجماع امت وغیرہ سے ہوتا ہے اور جہاں تک دیگر قواعد کا تعلق ہے تو ان کو علماء نے حوادث زمانہ اور تجربات سے استنباط کیا ہے۔قواعد فقہیہ کے استنباط میں ضروریات وتحسینیات کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔لہٰذا کبھی قواعد کا مصدر قرآنی نص ہوتی ہے۔جیسا کہ قاعدہ المشقة تجلب التيسير اس کا مصدر اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ [۲۲]

''اور ہم نے تم پر دین کے کسی مسئلے میں تنگی نہیں کی۔''

اور کبھی حدیث نبویؐ،جیسا کہ قاعدہ الأمور بمقاصدها تو اس کا مصدر حدیث «إنما الاعمال بالنيات» [۲۳] ہے۔

اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی قاعدہ کسی ایک نص یا کئی شرعی نصوص سے مستنبط ہو۔جس طرح کہ قاعدہ اليقين لا يزول بالشك یہ حدیث «إذا وجد أحدكم في بطنه شيئا فأشكل أخرج منه شئ أو لا ولا يخرجن من المسجد حتى يسمع صوتا أويجد ريحا» [۲۴]

کسی قاعدہ کا مصدر اجماع امت بھی ہوتا ہے۔جیسا کہ قاعدہ الاجتهاد لا ينقض بمثله

قواعد فقہیہ کے استنباط کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ فقہی مسائل کا ایک مجموعہ جنھیں ایک مشترک علامت نے جمع کر رکھا ہو سے کوئی قاعدہ مستنبط کیا جائے جیسا کہ قاعدہ الإقرار حجة قاصرة ہے۔ [۲۵]

## قواعد فقہیہ کی حجیت وحیثیت

قواعد فقہیہ کے بارے میں نہ تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی حیثیت شرعی نص یا دلیل کی ہے اور نہ ہی مطلقاً ان کی حجیت وحیثیت کا انکار کیا جا سکتا ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے۔چنانچہ فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ قواعد جن کا مصدر شرعی نص ہو دلیل اور حجت ہیں جیسا کہ الخراج بالضمان [۲۶] لا ضرر ولا ضرار [۲۷] البينة على المدعى واليمين على من انكر [۲۸]

یہ قواعد أدله شرعية کی حیثیت رکھتے ہیں۔ [۲۹]

الأمور بمقاصدها جیسے قاعدوں کو دلیل بنانا۔درحقیقت ان کے مصدر نص «انما الاعمال بالنيات» [۳۰] کو دلیل بنانا ہے۔ [۳۱]

اور جہاں تک ان قواعد کا تعلق ہے جو فقہاء کے فقہی احکام اور مسائل کے ادلہ کے تتبع واستقراء کے نتیجہ اور استنباط سے حاصل ہوئے ہیں تو ان کے بارے میں فقہا کی دو رائے ہیں:

### ① پہلی رائے

ابن فرحون مالکیؒ اور ابن دقیق العیدؒ کی ہے کہ قواعد فقہیہ نہ تو حجت کی حیثیت رکھتے ہیں نہ فقہی احکام ومسائل کے استنباط کی بنیاد ان پر رکھی جاسکتی ہے۔لیکن بطور شاہد (کسی مسئلے کی تائید کے لیے) ان سے مدد لی جاسکتی ہے،کلی انحصار

نہیں کیا جاسکتا۔[۳۲]

علامہ حموی، ابن نجیمؒ سے عیون البصائر میں نقل کرتے ہیں:

''قواعد وضوابط کے مقتضیات کو بنیاد بنا کر فتویٰ دینا جائز نہیں، کیونکہ یہ قواعد اکثریتی ہیں کلی نہیں جس کی خاص وجہ یہ ہے کہ یہ امام سے ثابت نہیں بلکہ ان قواعد کا مشائخ نے امام کی کلام سے یا ائمہ کی کلام سے استخراج کیا ہے۔''[۳۳]

## ② دوسری رائے

دوسری رائے امام قرافیؒ اور ابو عبداللہ بن عرفہؒ کی ہے، کہ جب کسی قاعدے کا متعارض اور متصادم قاعدہ نہ ہو تو وہ حجت ہے۔[۳۴]

بلکہ ابن عرفہ سے تو یہاں تک منقول ہے کہ اگر کسی کو کسی مذہب کے قواعد پر دسترس اور عبور حاصل ہو تو پھر وہ قواعد فقہیہ سے مستنبط شدہ مسائل، اقوال کی نسبت متعلقہ مذہب کی طرف کی جاسکتی ہے، بصورت دیگر نہیں۔[۳۵]

## قواعد فقہیہ کی تاریخ

جو بھی علم علوم شرعیہ سے تعلق رکھتا ہے اس کی بنیاد تو اسی دن رکھ دی گئی تھی جس دن امت محمدیہ کو توحید کا پیغام، عبادت الٰہی کرنے کے طریقے اور باہمی معاشرتی مسائل کو نمٹانے کے سلیقے سکھانے کا آغاز ہوا تھا۔ لہٰذا قواعد فقہیہ کی اساس وبنیاد بھی امت محمدیہ کی بھلائی کے لیے اترنے والے پہلے پیغام کے ساتھ ہی رکھ دی گئی۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ علم قواعد فقہیہ کے نام سے متعارف تھا نہ مدون، لیکن شریعت کی منشا روح اور مقاصد سے معنی اور دلالت، ہر دو کے اعتبار سے جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ جس طرح کہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بعض نصوص ایسی ہیں جو قواعد فقہیہ اور شرعیہ کے معنوں میں ہیں جن کی کئی ایک فروعات بھی ہیں، کیونکہ قواعد کی صفات ایجاز اور حسن صیغہ ہے اور قرآن مجید فصیح وبلیغ ترین کلام ہے اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے 'جوامع الکلم' کا اعزاز بخشا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید اور احادیث کے وہ الفاظ جو قواعد فقہیہ کے لیے بطور دلیل پیش کیے جاسکتے ہیں۔[۳۶]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾[۳۷]

''اللہ تعالیٰ نے بیع، خرید وفروخت کو حلال اور سود کو حرام کر دیا ہے۔''

اور ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾[۳۸]

''انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے وہ محنت کرتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے الفاظ «الخراج بالضمان»[۳۹] اور «لا ضرر ولا ضرار»[۴۰] «البينة على المدعى واليمين على من انكر»[۴۱]

جہاں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں ایسی نصوص موجود ہیں جن سے قواعد فقہیہ کی تائید ہوتی ہے وہاں صحابہ کرامؓ اور بعد میں ائمہ وفقہاء کے ذہنوں میں ان کا تصور موجود تھا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ سے ایسے قواعد منقول ہیں جن کو وہ فقہی مسائل کے حل کے لیے بطور خاص استعمال کرتے جیسا کہ حضرت عمرؓ سے منقول ہے:

مقاطع الحقوق عند الشروط[۴۲]

اوراسی طرح حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے: لیس علی المؤتمن ضمان [۴۳]

''امین پر امانت کے ضائع ہونے پر کوئی تاوان نہیں۔''

عہد خلفائے راشدین کے مشہور ومقبول قاضی شریح بن الحارث الکندیؒ سے بھی ایک قاعدہ منقول ہے فرماتے ہیں:

من شرط علی نفسه طائعا غیر مکره فهو علیه

''جوخوشی سے بغیر کسی جبر واکراہ کے اپنے آپ پر کوئی چیز لازم کرلیتا ہے تو اس کی ادائیگی اس پر ضروری ہے۔''

ومن ضمن مالا فله ربحه [۴۴]

''جو کسی مال کا ذمہ دار بنتا ہے تو مال کا منافع اسی کے لیے ہوگا۔''

آپؐ کی وفات کے بعد قواعد فقہیہ کی تحریک اور فکر بڑی تیزی کے ساتھ بڑھی کہ صحابہ اور ائمہ وفقہاء اور تابعینؒ قرآن اور حدیثی نصوص سے شرعی احکام ومسائل کا حل پانے لگے یہاں تک کہ فقہ اسلامی اور اس کے قواعد واصول کا ایک ضخیم مجموعہ معرض وجود میں آیا۔ چنانچہ دوسری صدی ہجری میں فقہاء اور مفتیوں کی زبانوں سے قواعد کا تذکرہ بکثرت ملتا ہے۔[۴۵] جیسا کہ امام مالکؒ کا قول ہے:

کل ما لا یفسد الثوب فلا یفسد الماء [۴۶]

اور کتاب الخراج میں قاضی ابو یوسفؒ سے منقول ہے:

لیس للإمام أن یخرج شیئا من ید أحد إلا بحق ثابت معروف [۴۷]

''امام اور حاکم کے لیے جائز نہیں کہ وہ معروف ثابت، محکم حق کے بغیر کسی کی ملکیت سے کوئی چیز لے۔''

اور امام شافعیؒ کا قول ہے کہ

الأعظم إذا سقط عن الناس سقط ما هو أصغر منه

''جب کوئی بڑا حکم لوگوں سے ساقط ہو جائے تو چھوٹا حکم بھی ساقط ہو جائے گا۔''

اور اسی طرح یہ مشہور قاعدہ بھی انہیں سے منقول ہے:

إذا ضاق الأمر اتسع [۴۸]

''جب کسی مسئلہ میں تنگی پیدا ہو جائے تو اس میں آسانی اور رخصت ہوگی۔''

اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ سے یہ قول منقول ہے۔

کل ما جاز فیه البیع تجوز فیه الهبة والصدقة والرهن [۴۹]

''ہر وہ چیز جس کی خرید وفروخت جائز ہے اس کو ہبہ کرنا، صدقہ دینا اور رہن رکھنا جائز ہے۔''

## دوسرا دور: نمو اور جمع وتدوین

مذکورہ بحث سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ صحابہ کرامؓ اور فقہاء عظامؒ کے ذہنوں میں شریعت کے مقاصد کا صحیح تصور اور قواعد کی معرفت موجود تھی۔ اگرچہ کوئی مدون چیز ان کے ہاں نہ تھی چنانچہ تیسری صدی ہجری کے آخر اور چوتھی صدی کے آغاز میں بعض فقہا نے اپنی توجہ اس علم کی جمع وتدوین کی طرف مبذول کی۔

امام ابو طاہر الدباس الحنفیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے مذہب اور جملہ اجتہادات کی بنیاد کے قواعد کو جمع کیا جن کی تعداد سترہ تک پہنچتی ہے۔

قواعد فقہیہ کے باب میں ایک مشہور واقعہ ہے جسے امام سیوطیؒ اور ابن نجیمؒ نے اپنی الأشباہ والنظائر کتاب کے آغاز میں بیان کیا ہے۔ امام الدباس کے بارے میں ابو سعید الہروی الشافعی کے ساتھ ایک حکایت بیان کی جاتی ہے۔کہا جاتا ہے کہ ابو سعید الہروی کو ہرات کے بعض فقہاء نے بتایا کہ ابو طاہر الدباس جو ائمہ حنفیہ میں جلیل القدر امام ہیں نے ایسے سترہ قواعد منضبط کیے ہیں جن پر مذہب حنفی کی بنیاد ہے۔لہذا ابو سعید الہروی نے وراء النہر عراق جانے اور اس علمی راز کا پتہ چلانے کے لیے نکل کھڑے ہوئے ،وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ ابو طاہر الدباس نابینا ہیں اور وہ ان قواعد کو ہر رات عشاء کی نماز کے بعد جب لوگ مسجد سے نکل جاتے ہیں تو مسجد بند کر کے ان قواعد کو بھول جانے کے ڈر سے زبانی دہراتے ہیں۔ہروی نے یہ کیا کہ وہ ایک چٹائی میں چھپ گئے۔جب لوگ مسجد سے نکل گئے تو ابو طاہر نے حسب عادت مسجد کو اندر سے بند کیا اور قواعد کو دہرانا شروع ہوئے۔ابھی وہ سات قاعدوں تک ہی پہنچے تھے کہ ابو سعید کو (شائد چٹائی میں لیٹنے کی وجہ سے ) کھانسی آ گئی۔ابو طاہر کو معلوم ہو گیا کہ آج یہاں کوئی بیٹھا ہوا ہے،لہذا انہوں نے ابو سعید الہروی کو مارا پیٹا اور مسجد سے باہر نکال دیا اور آئندہ کے لیے انہوں نے مسجد میں قواعد کو دہرانا بند کر دیا۔ابو سعید اپنے اصحاب کے پاس واپس پلٹے اور انہیں ان سات قاعدوں کی تعلیم دینا شروع کی۔[۵۰]

## اس واقعہ کی اسنادی حیثیت

- یوں ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ امام ابن نجیمؒ (ت ۹۷۰ھ) نے امام سیوطیؒ (ت ۹۱۱ھ) سے نقل کیا ہے جسے امام السیوطیؒ نے بغیر سند اور صیغہ تمریض کے ساتھ پیش کیا ہے۔
- یہ بات نہ قابل تسلیم ہے کہ کوئی عالم کسی کو اپنے سے صرف تلقی علم اور حصول معلومات کو بنیاد بنا کر پیٹنا شروع کر دے۔
- علامہ حموی جو ابن نجیمؒ کی الأشباہ والنظائر کے شارح ہیں ،نے اس واقعہ کی صحت میں تامل ظاہر کیا ہے۔انہوں نے ابو سعید ہروی کی بجائے ہرات کے کسی حنفی عالم سے یہ واقعہ منسوب کیا ہے۔[۵۱]

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی کتاب ہے جس میں یہ ذکر کیا گیا ہو کہ یہ وہ سترہ قواعد ہیں جن کے واضع اور موجد ابو طاہر الدباس ہیں۔

- پھر مزید ایک اور استفسار ہے کہ جب امام الدباس ان قواعد کو کسی کے سامنے ذکر نہیں کرتے تھے تو ان قواعد کے بارے میں کیسے علم ہوا یا کیسے جان لیا گیا۔[۵۲]
- اسی طرح ابو طاہر الدباس کی طرف جانے والے جن امام ابو سعید کا تذکرہ کیا جاتا ہے ان کے نام میں بھی اختلاف ہے۔سیر اعلام النبلاء میں ان کا نام یحیٰی بن منصور ابو سعد الہروی ہے اور طبقات الحنابلہ میں یحیٰی بن منصور ابو سعید الہروی ہے۔ایک روایت کے مطابق وہ ۲۹۲ھ میں فوت ہوئے اور دوسری روایت کے مطابق وہ

۲۸۷ھ میں فوت ہوئے۔ ہرات کے علماء میں سے ایک عالم ابراہیم بن طحان ابوسعید الہروی ہیں جو ۱۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ اگر یہ تینوں نام ایک شخصیت کے ہیں یا مختلف شخصیات ہیں تو پھر بھی ہر دوصورت میں امام ابو طاہر الدباس کا ان میں سے کوئی معاصر نہیں۔[۵۳]

- اور دوسرا یہ کہ ابو طاہر الدباس فقہ حنفی کے بہت بڑے عالم، اصولی اور فقیہ تھے۔ جن کا نام محمد بن محمد بن سفیان تھا، آپ عبیداللہ الکرخی (متوفی: ۳۴۰ھ) کے ساتھیوں میں سے تھے۔[۵۴]
- اگر ابو طاہر الدباس کی طرف ان قواعد کی معرفت حاصل کرنے کے لیے جانے والے ابو سعد محمد بن محمد بن ابو یوسف الہروی الشافعی (متوفی: ۴۸۸ھ) ہیں۔ تو دونوں کی تاریخ وفات میں ڈیڑھ صدی کا فرق ہے۔

تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں فقہا نے اپنی توجہ اس علم کی تدوین کی طرف کی اور یہ قواعد ایک باقاعدہ علم کی حیثیت سے متعارف ہوئے اور اس موضوع پر کتابیں لکھی جانے لگیں۔

## قواعد فقہیہ کا واضع

سب سے پہلے جس نے قواعد پر لکھا وہ ابو العباس احمد بن ابی احمد الطبری الشافعی المعروف ابن القاص متوفی ۳۳۵ھ ہیں۔ ان کی کتاب کا نام التلخیص ہے جسے انہوں نے فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا اور اس کتاب میں انہوں نے ہر باب میں قواعد وضوابط، النظائر اور مستثنیات پیش کیں۔

ابو العباس احمد ابن القاص کے بعد ابو الحسن عبیداللہ بن حسن کوفی متوفی ۳۴۰ھ نے اپنی کتاب بعنوان الأصول التي عليها مدار كتب أصحابنا يعني الحنفية رکھا جو أصول الكرخي کے نام سے مشہور ہے اس میں انہوں نے ۳۷ یا ۳۹ قواعد درج کیے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس علم کے پہلے واضع، موجد امام کرخیؒ ہیں۔

اس آغاز کے بعد تالیف وتصنیف کا یہ سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ امام کرخی کے بعد امام محمد بن الحارث الخشنی المالکی (ت۳۶۱ھ) کی کتاب اصول الفتیا پھر امام ابی زید عبیداللہ بن عمر الدبوسی (ت۴۳۰ھ) کی کتاب تاسیس النظر ظاہر ہوئیں۔ اور یہاں تک کہ آٹھویں صدی ہجری جو قواعد فقہیہ کی دنیا میں عصر ذہبی اور ممتاز دور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس میں تمام مذاہب اور مکاتب فکر کے فقہا کی تالیفات سامنے آئیں۔ مثلاً

1. الأشباه والنظائر ابن الوکیل الشافعی (ت۷۲۷ھ)
2. القواعد للمقری المالکی (ت۷۵۸ھ)
3. المجموع المذهب فی قواعد المذهب العلائی الشافعی (ت۷۶۱ھ)
4. الأشباه والنظائر للسبکی الشافعی (ت۷۷۱ھ)
5. القواعد فی الفقه الاسلامی ابن رجب (ت۷۹۵ھ)

تالیف کا یہ سلسلہ رکا نہیں یہاں تک کہ نویں صدی ہجری میں ابن ملقن (ت۸۰۵ھ) کی الاشباہ والنظائر اور تقی الدین الحصینی الشافعی (ت۸۲۹ھ) کی کتاب، کتاب القواعد رونما ہوئیں۔

پھر دسویں صدی ہجری میں قواعد فقہیہ کی دنیا میں دو شہرہ آفاق کتابیں منظر عام پر آئیں جو شہرت ان دو کتابوں نے

پائی وہ آج تک کسی اور کتاب نے نہیں پائی۔ وہ دو کتابیں ایک علامہ جلال الدین السیوطیؒ (ت ۹۱۱ھ) اور دوسری علامہ ابن نجیم الحنفی (ت ۹۷۰ھ) کی الأشباہ والنظائر ہیں۔

یہ بات یاد رہے کہ قواعد فقہیہ کا یہ دوسرا دوران تالیفات کی تدوین کا دور نہ تھا جن میں صرف قواعد کو درج کیا گیا ہو بلکہ اس دور کی تالیفات قواعد فقہیہ کے ساتھ ساتھ قواعد اصولیہ اور دیگر فقہی فنون پر بھی مشتمل تھیں۔ اور تالیفات کا یہ سلسلہ جوں جوں جاری رہا ویسے ہی مؤخرین فقہا نے متقدمین کے کام میں تنقیح وتنسیق، ایجاز اور حسن صیاغہ سے تعبیر کرتے گئے۔[۵۵] جس کی بہترین مثال الاقرار حجة قاصرة جبکہ اسی معنی میں امام کرخیؒ کے ہاں جو قاعدہ ہے اس کی عبارت یوں ہے: الأصل أن المرء يعامل فی حق نفسه كما أقربه[۵۶]

## تیسرا دور: رسوخ، تنسیق اور تنظیم[۵۷]

تیرہویں صدی ہجری کے آخر (۱۲۸۶) خلافت عثمانیہ کے زمانے میں قواعد وضوابط پر ایک کتاب لکھی گئی جس کا نام مجلة الاحكام العدلية تھا جس کا مقدمہ ایک سو فقہی قواعد پر مشتمل ہے۔ اس مجلّہ کو قاضیوں اور مفتیان کرام میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی۔ مجلّہ کی تالیف سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا جو اب تک جاری ہے۔ جس میں قواعد کو دیگر فقہی علوم سے الگ مرتب کیا گیا ہے۔

مجلّہ کی تالیف کے بعد سلطان عبدالحمید العثمانی کے عہد میں دمشق کے مفتی الشیخ محمود حمزہ (ت ۱۳۰۵ھ) نے قواعد فقہیہ کے موضوع پر کتاب لکھی جس کا نام الفوائد البهية رکھا۔

ماضی قریب میں مجلة الأحكام العدلية کی طرز پر حنبلی فقیہہ احمد بن عبداللہ القاری (ت ۱۳۵۹ھ) نے حنبلی فقہ کے قواعد پر ایک کتاب لکھی جس کا نام مجلة الأحكام الشرعية رکھا۔

## قواعد فقہیہ کی اہمیت

فقہ اسلامی کے جملہ علوم وفنون مثلاً اصول الفقه، اصول الحديث اور اصول التفسير کی طرح قواعد فقہیہ نہایت علمی اور دلچسپ علم ہے۔

علامہ قرافیؒ اس علم کی بابت فرماتے ہیں:

''فقہ اسلامی میں قواعد کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اور اس سے بے پایاں افادیت حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص جس قدر ان قواعد پر دسترس حاصل کرتا ہے، اسی قدر اسے فقہ پر عبور ہوتا ہے اور فقہی آراء میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ (اس کے برعکس) جو شخص قواعد کلیہ کو نظر انداز کر کے محض جزوی مناسبت سے فروعی مسائل کا حل پیش کرنے لگے گا تو اسے فروعی مسائل متناقض اور مختلف فیہ محسوس ہوں گے۔ کئی مشکلات، دقتوں اور الجھنوں میں گھر جائے گا، تنگی اور مایوسی محسوس کرنے لگے گا اور اس کو جزوی مسائل یاد کرنا پڑیں گے جو ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ اور جو شخص پہلے قواعد کلیہ کو ضبط کر لیتا ہے وہ اکثر جزئیات کو یاد کرنے سے مستغنی ہو گیا، کیونکہ بہت ساری جزئیات انہی کلیات میں آجائیں گی جس سے بہت سارے ایسے مسائل وفروعات جو دوسروں کو ایک دوسرے سے الگ الگ نظر آئیں گے وہ اس کے ہاں مربوط اور متناسب ہوں گے۔''[۵۸]

ابن رجب حنبلیؒ قواعد کلیہ کی اہمیت کے پیش نظر فرماتے ہیں:

''فقہ اسلامی میں یہ قواعد بہت اہمیت اور ہمہ جہت افادیت کے حامل ہیں جو کسی فقیہ کو کسی مذہب کے اصولوں پر گرفت کرنے کا ملکہ مہیا کرتے ہیں اور اس فقہ کے ان ماخذ کی پہچان کرواتے ہیں جن سے وہ ناواقف تھا۔ان قواعد کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ یہ منتشر مسائل کو ایک لڑی میں منظم شکل میں پیش کرتے ہیں۔''[۵۹]

امام السبکیؒ فرماتے ہیں:

''فقہ اسلامی کے سارے ذخیرہ کو جب پڑھنے کے لیے وقت میسر نہ ہو تو قواعد کلیہ کا سیکھنا فروعات کے سیکھنے کی نسبت زیادہ اہم ہے۔''[۶۰]

قواعد کلیہ کے بہت سے فوائد اور خصائص ہیں جن کو ہم بالاختصار ذیل کی سطور میں پیش کرتے ہیں:

① قواعد فقہیہ کی عبارت نہایت مختصر مگر جامع ہوتی ہے یہاں تک کہ بعض قواعد دو کلموں پر مشتمل ہیں۔جیسے العادة المحكمة اور تین کلمے جیسے المشقة تجلب التيسير

② ان قواعد کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ متشابہ اور متناظر مسائل کو ضبط کرنے اور بوقت ضرورت اس قاعدے کے تحت آنے والے تمام مسائل کا استحضار کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

③ فقہ اسلامی ہمہ جہت، کثیر الفروعات اور نظام ہائے زندگی کے تمام مسائل کا حل پیش کرنے والا علم ہے۔لہذا قواعد فقہیہ بہت ساری مختلف جہات، فقہی فروعات کو ایک کلی یا اغلبی قاعدے کے تحت منظم کر کے پیش کرتے ہیں، جس سے فقہ اسلامی کی بہت ساری گتھیاں سلجھتی چلی جاتی ہیں اور منتشر احکام و مسائل مجموعہ نظر آتے ہیں، جن کا سیکھنا ایک طالب علم کے لیے نہایت ضروری ہے۔

④ قواعد کلیہ کی معرفت سے مقاصد شریعت کا درک حاصل ہوتا ہے۔چنانچہ کسی ایک قاعدے کی معرفت سے اس موضوع کے بارے میں شریعت کا مقصد عیاں ہوتا ہے جیسا کہ قاعدہ المشقة تجلب التيسير سے پتہ چلتا ہے کہ رفع حرج اور بندوں پر آسانی پیدا کرنا شریعت کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔

⑤ قواعد فقہیہ کا چونکہ اصول فقہاء کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے لہذا قواعد فقہیہ کے طالب علم کو اس کے ساتھ ساتھ اصول فقہ کا مطالعہ کرنے اور اس میں دسترس حاصل کرنے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔

⑥ قواعد کا جہاں افتاء اور قضاء کے میدان میں بڑا عمل دخل ہے وہاں یہ ان ماہرین قانون کو بھی فقہ اسلامی کی روح، بنیادوں اور مقاصد کو سمجھنے حقوق اور واجبات کی پاسداری کا لحاظ رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔جنہیں فقہ اسلامی کا مطالعہ کرنے کی فرصت میسر نہیں آتی۔[۶۱]

# مختلف مکاتب فکر کی قواعد فقہیہ میں تالیفات کے چند نمونے

## حنفی مذہب کی کتب

① أصول الكرخي

عنوان: الأصول التی علیها مدار کتب اصحابنا أی الحنفیة

مؤلفہ: ابوالحسن عبیداللہ بن الحسن الکرخیؒ (ت ۳۴۰ھ)

② تأسیس النظر

مؤلفہ: عبیداللہ بن عمر الدبوسی (ت ۴۳۰ھ)

③ الأشباہ والنظائر لابن نجیم

مؤلفہ: زین الدین بن ابراہیم بن نجیم الحنفیؒ (ت ۹۷۰ھ)

④ مجلة الاحکام العدلیة العثمانیة (۱۲۸۶ھ)

الدار العربیہ للکتاب سے مطبوع ہے۔

## مالکی مذہب کی کتب

سب سے پہلی کتاب اصول الفتیا از محمد بن حارث الخشنی (ت ۳۶۱ھ) ہے۔جس کی تحقیق الشیخ محمد المحدوب اور دکتور محمد ابوالاجفان نے کی ہے۔جو دار الکتب العلمیہ سے مطبوع ہے۔

① الفروق (أنوار البروق فی أنوار الفروق)

مؤلفہ: شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس الصنہاجی القرافی (ت ۶۱۴ھ)

جو مؤسسہ الرسالہ سے عمر حسن القیام کی تحقیق سے زیور طبع سے آراستہ ہے۔

① القواعد

مؤلفہ: ابوعبداللہ محمد بن محمد المقری المالکی (ت ۷۵۸ھ)

وهذه التسمية للكتاب جاء ت من قبل المترجمين للمقرى لامن المؤلف نفسه۔

کتاب کا یہ نام امام المقری کی سوانح حیات لکھنے والوں کی طرف سے مجوزہ ہے۔خود امام صاحب کی طرف سے اس کتاب کا کوئی نام نہیں ملتا۔

③ إیضاح المسالك إلی قواعد الإمام مالك

مؤلفہ: احمد بن یحییٰ الونشریسی (ت ۹۱۴ھ)

## شافعی مذہب کی کتب

① التلخیص فی الفقه

مؤلفہ: أبی العباس احمد الطبری الشافعی المعروف بابن القاص (ت ۳۳۵ھ)

طبع: مکتبہ المثنی، بیروت

یہ قواعد فقہیہ میں مدون ہونے والی پہلی کتاب ہے۔

② الأشباہ والنظائر لابن الوکیل

مؤلفہ: محمد بن عمر ابن محکی، ابن الوکیل اوابن المرحل (ت ۷۱۶ھ)

③ المنثور فی القواعد

مؤلفہ: محمد بن بہادر بن عبداللہ الزرکشی (ت ۷۹۴ھ)

④ الأشباہ والنظائر للسیوطی

مؤلفہ: جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطیؒ (ت ۹۱۱ھ)

## حنبلی مذہب کی کتب

① القواعد النورانیة الفقهیة

مؤلفہ: شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہؒ الحرانی (ت ۷۲۸ھ)

جس کا نیا ایڈیشن مکتبہ التوبہ، الریاض سے حال ہی میں چھپا ہے۔

حنبلی فقہ میں سب سے پہلے جس نے لکھا وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ہیں۔

② القواعد فی الفقه الاسلامی

مؤلفہ: عبدالرحمٰن بن شہاب بن احمد بن رجب الحنبلی (ت ۷۹۰ھ)

جو دار الجیل سے مطبوع ہے۔

# حوالہ جات

① مفردات الفاظ القرآن، ص: ۶۷۸

② البقرۃ: ۱۲۷

③ القواعد الفقهیه الکبریٰ، ص ۱۲، القواعد الکبریٰ فی الفقه الاسلامی، ص ۱۴

④ کتاب التعریفات للجرجانی، ص ۲۱۹

⑤ الوجیز فی أصول الفقه، ص ۸، لسان العرب ومعجم مقاییس اللغة، مادہ: فَقُهَ

⑥ الاسراء: ۴۴

⑦ طٰہٰ: ۲۸

⑧ الوجیز فی اصول الفقه، ص ۸

⑨ القواعد للمقری المالکی، ۱/۱۰۵

⑩ ایضاً

⑪ القواعد الفقهیه

⑫ المدخل الفقهی العام:۲/۹۴۶

⑬ القواعد للمقری المالکی، بتحقیق احمد بن عبداللہ حمید، ۱/۱۰۵

⑭ القواعد الفقهیه الکبریٰ، ص۱۴

⑮ صحیح مسلم:۳۶۶، ابوداؤد:۴۱۲۳، جامع الترمذی:۱۷۲۸

⑯ القواعد الکبریٰ فی الفقه الاسلامی، ص۲۰

⑰ قواعد کلیہ اوران کا آغاز وارتقاء، ص۴۲

⑱ الاشباه والنظائر لابن نجیمؒ، ص۲۹

⑲ قواعد کلیہ اوران کا آغاز وارتقاء، از ڈاکٹر محمود غازی، ص۴۸

⑳ مذکرة القواعد الفقهیه للشیخ العبد اللطیف، ص۴،۵

㉑ القواعد الکبریٰ فی الفقه الاسلامی، ص۳۲

㉒ الحج:۷۸

㉓ صحیح مسلم:۱۹۰۷

㉔ جامع الترمذی:۳۹۸

㉕ أصول الکرخی مع تاسیس النظر:۱/۱۱۵، ۱۱۶

㉖ ابوداؤد:۳۵۰۸، جامع الترمذی:۱۲۸۵، ابن ماجه:۲۲۶۲

㉗ مسند احمد:۱/۳۱۳، ۵/۳۲۷، ابن ماجه:۲/۷۸۴

㉘ جامع الترمذی:۱۳۴۰

㉙ القواعد الکبریٰ فی الفقه الاسلامی، ص۲۵

㉚ صحیح بخاری:۱

㉛ القواعد الفقهیه الکبریٰ، ص۳۵

㉜ القواعد الکبریٰ فی الفقه الاسلامی، ص۲۵

㉝ غمز عیون البصائر شرح الاشباه والنظائر از امام حموی:۱/۳۷

㉞ القواعد الکبریٰ فی الفقه الاسلامی، ص۲۵

㉟ مواهب الجلیل شرح مختصر خلیل، محمد بن محمد الحطاب:۱/۳۸

㊱ قواعد فقهیه از علی احمد ندوی، ص۷۹

㊲ البقرة:۲۷۵

㊳ النجم:۳۹

㊴ أبو داؤد:۳۵۰۸، جامع الترمذی:۱۲۸۵، ابن ماجه:۲۲۶۲

۴۰ مسند احمد:۱/۳۱۳،۵/۳۲۷،ابن ماجه:۲/۷۸۴

۴۱ جامع الترمذی:۱۳۴۰

۴۲ صحیح البخاری،کتاب النکاح،باب الشروط فی النکاح تعلیقاً

۴۳ السنن الکبری للبیهقی:۶/۲۸۹

۴۴ صحیح بخاری:کتاب الشروط،باب مالا یجوز من الشروط

۴۵ مذکرة القواعد الفقهیه،ص۷

۴۶ المدونه الکبری:۱/۶

۴۷ کتاب الخراج،ص۱۷

۴۸ غمز عیون البصائر شرح الاشباه والنظائر:۱/۳۷

۴۹ مذکرة القواعد الفقهیه،ص۷

۵۰ الاشباه والنظائر للسیوطی،ص۳۵،۳۶

۵۱ *قواعد کلیہ اوران کا آغاز وارتقاء،از ڈاکٹر محمود غازی،ص۱۱*

۵۲ حامش، تحقیق الاشباه والنظائر للسیوطی،ص۳۶

۵۳ الفوائد البهیه،ص۱۸۷

۵۴ سیر اعلام النبلاء:۷/۳۳۸،۱۳/۵۷۰،طبقات الحفاظ:۱/۹۷،طبقات الحنفیه:۱/۱۱۶

۵۵ قواعد فقهیه،*از علی احمد ندوی،ص۱۰۰،۱۰۴،القواعد الکبریٰ فی الفقه الاسلامی،ص۲۱*

۵۶ القواعد الفقهیه الکبریٰ *از ڈاکٹر صالح السدلان،ص۲۱*

۵۷ قواعد فقهیه *از علی احمد ندوی،ص۱۲۱،مذکرة القواعد الفقهیه،ص۷*

۵۸ الفروق للقرافی:۱/۳

۵۹ القواعد لابن رجب،ص۳

۶۰ الاشباه والنظائر للسبکی،ص۴

۶۱ القواعد الفقهیه الکبریٰ،ص۳۳،۳۴، القواعد الکبریٰ في الفقه الاسلامی،ص۲۷تا۲۹